بٹیر کی جوموت ہے وہ قوم کی حیات ہے
سکھائیں تیغ زن وہی کریں جو ذبح مرغیاں

چھری سے کھائے خوف جو چلائے کیسے گولیاں
دفاع ملک کی وہی اٹھائے ذمہ داریاں

جو کھائے سرح کوفتے پیئے سفید یخنیاں
غلام ہے وہ فطرتاً جو وقف دال بھات ہے

اختر شیرانی کی نظم ''اے عشق کہیں لے چل'' کی پیروڈی کچھ یوں کی۔

اے پیٹ کہیں لے چل
اے پیٹ کہیں لے چل

اس بھوک کی بستی سے
اس فاقہ پرستی سے

ذات بھری ہستی سے
بالائے فلک لے چل

یا زیرِ زمیں لے چل
اے پیٹ کہیں لے چل

علامہ حسین میر کاشمیری نے ''یوں وقت گزرتا ہے، فرصت کی تمنا میں'' حفیظ جالندھری کی نظم کی تضمین ''ردٹی کی کشاکش میں یوں عمر گزرتی ہے'' سے کی۔ اقبالؒ کی مشہور نظم ''مرغ اسیر کی فریاد'' کی پیروڈی ''لیڈر کی فریاد'' کے نام سے کی۔ اس طرح علامہ نے کئی نظموں کی پیروڈی کی پیروڈیاں ہیں۔

علامہ نے ظلم اور بے اعتدالی کے خلاف ہمیشہ آواز بلند کی ''آل انڈیا خلافت کانفرنس'' کے نام پر جمع کیا جانے والا چندہ جب کچھ لوگوں نے شیر مادر کی طرح ہضم کر لیا تو انہوں نے ''آل انڈیا ضیافت کانفرنس'' کے تحت آواز بلند کی۔

علامہ کے ہم عصروں میں مجید لاہوری، خضر تمیمی اور حاجی لق لق ایسے شاعر ہیں جن کے ہاں دستر خوانی شاعری کے نشانات ملتے ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی نے بھی باقاعدگی کے ساتھ اس کو موضوع نہیں بنایا لیکن علامہ نے دستر خوان کے مخصوص دائرے میں رہ کر اس موضوع کو فصیح و بلیغ انداز میں نبھایا۔ ان کے ہاں مرغ مسلم، بٹیر، تیتر، پلاؤ، قورمہ، قلیہ جیسی لفظیات مستعمل ہیں۔ لیکن یہ سب ہر بار نئے معنی کے ساتھ سامنے آئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں تکرار سے فرق نہیں پڑتا۔ علامہ کی شاعری پر ان کے کسی ہم عصر کی چھاپ نہیں لگائی جاسکتی۔ ان کے ہاں تلمیحات، تشبیہات اور استعارات کا مطلب روایتی نہیں۔ بلکہ ان میں ایک خاص گہرائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری اپنے سیاسی سماجی شعور کی آئینہ دار ہے۔

جب تک اس دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ بھوک حل نہیں ہوگا، جب تک انسانیت کی نسبت آٹا مہنگا ہوگا، جب تک عزتوں اور غیرتوں پر بھوک غالب آتی رہے گی اور جب تک انسان اپنی آتش شکم کو سرد نہیں کرے گا، حسین میر کاشمیری اپنی اشتہا انگیز شاعری اور نثر کی وجہ سے زندہ رہے گا۔

آپ کو سوز، غیر کو لذت
یہ تماشا کباب میں دیکھا